کون اور کیوں ؟

قسط ۲

ہمارے دیندار طبقہ کی داستان غفلت اسی پر ختم نہیں ہو جاتی ہے۔ بلکہ دوسری شدید غلطی اس طبقہ سے یہ ہوئی کہ اس نے عوام الناس سے ربط پیدا کرنے اور ان میں دین کے اعتبار سے اپنے اثر میں لینے کی کوشش نہیں کی۔ یہ ذمہ داری نہ ہر دینی شعور رکھنے والے پر عائد ہوتی ہے کہ وہ دوسروں سے ربط پیدا کر کے ان میں بھی دینی شعور پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن علماء و مشائخ پر یہ ذمہ داری سب سے زائد ہے۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

—— پچیس سال کی مدت خاصی ہوتی ہے۔ اس میں ایک نئی نسل وجود میں آجاتی ہے۔ اس نئی نسل کی ذہنی و اخلاقی تربیت پرانی نسل کے ذمہ ہوتی ہے۔ مگر ہم نے ان کی طرف سے غفلت برتی ہے اور ان سے ربط پیدا کر کے ان کے ذہن کو دینی بنانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ نئی تعلیم پانے والا طبقہ ہی عوام کی قیادت کرتا ہے۔ وہی حکومت و اقتدار کے مناصب پر پہنچتا ہے۔ اگر ان سے ہمارے علماء و مشائخ ربط رکھتے تو نتائج بہت اچھے ہوتے اور ہمیں یہ روزِ سیاہ نہ دیکھنا پڑتا۔ ہمارے یہاں تعلیم کا تناسب بہت کم ہے۔ اور اندازاً ۹۵ فیصد عوام جاہل ہیں۔ انہیں بہکا لینا بہت آسان ہے۔ دیندار طبقہ خصوصاً علماء و مشائخ کو اس حقیقت سے باخبر ہونا چاہیے تھا۔ علیٰ ہذا ملازمین حکومت اور حکام و افسران میں سب کے سب فاسد العقیدہ اور گمراہ تو نہ تھے۔ اکثریت ہمارے ہم مذہب صحیح العقیدہ افراد کی تھی۔ ان میں تعلیم یافتہ بھی تھے اور جاہل بھی۔ اگر ہمارے علماء و مشائخ ان سے خالصتاً لوجہ اللہ کسی دنیاوی غرض کے بغیر ربط پیدا کرتے تو ضرور اثر ہوتا۔ اور کم از کم ان کا اجتماعی ذہن دینی ہو جاتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تدبیر سے ایک زبردست و

قومی ملحدانہ نظام واقتدار میں بغیر کسی ہنگامے کے انقلابِ عظیم پیدا کر دیا تھا۔ اگر علماء و مشائخ ان کے نمونہ پر شروع سے عمل کرتے تو حالات بالکل مختلف ہوتے۔ مگر ان حضرات نے ان طبقات میں سے کسی سے بھی خالص دینی ربط نہیں قائم کیا۔ نہ انہیں دوست نما دشمنوں کے نفاق اور ان علامات سے آگاہ کیا جنہیں دیکھ کر عوام ان منافقوں کو پہچان لیتے اور ان کے فریب سے محفوظ رہتے۔ اس کی بجائے بعض علماء و مشائخ تو انہیں دوست نما دشمنوں اور منافقوں سے ہم پیالہ و ہم نوالہ رہے اور ان کی مدح سرائی کر کے عوام کو ان کے جال میں پھنسنے کی عملاً ترغیب دیتے رہے۔

دوسری طرف ہمارے دشمن ہماری تباہی اور اپنے غلبہ کی تدبیریں بہت ہوشیاری کے ساتھ کرتے رہے۔ ان تدابیر کی تفصیل طویل ہے۔ اور سب کا تذکرہ یہاں مقصود نہیں ہے۔ ان میں سب سے اہم اور قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے قومی ذہن کی تعمیر کو بہت قوت اور ہوشیاری کے ساتھ روکنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنی پوری طاقت اس مقصد کے لئے صرف کر دی کہ ہمارا ذہن دینی نہ بننے پائے۔ غیر ملکی امداد و اعانت انہیں حاصل تھی۔ پروپیگنڈے کا طریقہ وہ جانتے تھے اور اس کے ذرائع انہیں وافر تعداد میں حاصل تھے۔ ادھر ان کی یہ کوشش اور ادھر ہماری غفلت دونوں نے مل کر انہیں کامیاب کر دیا۔ اس کے نتیجے میں انہیں یہ کامیابی بھی حاصل ہوئی کہ ہماری قوم میں صوبائی، وطنی وغیرہ جاہلی عصبیتوں کو ابھار ابھار کر ہمیں آپس میں لڑاتے رہے۔

یہ ٹیکنیک بہت پرانی ہے۔ اور ہماری پوری تاریخ میں سینکڑوں بار اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ مگر ہمارے زعماء نہ تو تاریخ کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں نہ اس سے کوئی سبق لیتے ہیں، بلکہ اسے "نسیاً منسیاً" کر کے فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ان دوگونہ اسباب کا اثر یہ ہوا کہ ہماری قوم کا اجتماعی ذہن دینی نہ بن سکا۔ بلکہ درحقیقت اس کا کوئی قومی ذہن ہی وجود میں نہیں آیا۔ ہر شخص اجتماعی مسائل کو دنیاوی اور انفرادی ذہن سے سوچتا ہے۔ جس قوم کا کوئی اجتماعی و قومی ذہن نہ ہو۔ وہ اسی قسم کے حادثوں کا شکار ہوتی ہے۔

اگر ہمارے "قومی ذہن" کا وجود ہوتا اور دین پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہ "دینی ذہن" ہوتا نہ وہ لوگ ہماری نگاہ میں رہتے جن سے غدر کا خطرہ ہوتا۔ ہماری بیدار مغزی اور ہمارے "دینی قومی ذہن" کی ذکی الحسی کی وجہ سے انہیں غداری کرنے کی ہمت ہی نہ ہوتی۔ اور اگر ہوتی تو احترام سے پہلے ہم اتنے خاک کو خاک میں ملا دیتے۔ قومی پیمانے پر "دینی ذہن" کا فقدان درحقیقت ہماری اصل کمزوری اور اس المیہ کے وقوع کا بنیادی سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے عوام کا حال یہ ہے کہ وہ "دنیاوی ذہن" سے سوچتے ہیں۔

اس لئے جو ہوشیار شخص انہیں دنیاوی منافع کا سبز باغ دکھا کر اس کے پیچھے چلنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس بات پر ان کی نظر ہی نہیں جاتی کہ اس شخص کا مذہب کیا ہے۔؟ اس کے دینی عقیدے کیا ہیں۔؟ اور اسکی عملی زندگی شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے یا نہیں۔؟ نیز یہ کہ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے دینی اعتبار سے اس کی کیا حیثیت ہے ــــــ؟

مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ ہمارے سیاسی قائدین نے پچیس سال کی مدت میں عوام الناس میں سیاسی فہم بھی پیدا کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اس کی بجائے وہ ان کے جذبات سے کھیلتے رہے اور انہیں ابھار ابھار کر اپنا کام نکالتے رہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ ہر اس شخص کے پیچھے چلنے لگے ہیں، جو دل خوش کن وعدے کر سکے اور خطابت و نعرہ بازی میں ممتاز ہو۔ ان کا ذہن اس قابل ہی نہیں ہے کہ جھوٹے اور سچے وعدوں کے درمیان امتیاز کر سکے اور اپنے مصالح و مفاسد کو سمجھاتے پر بھی سمجھ سکے۔ انہیں فریب دینا اور غلط راستوں پر ڈال دینا آسان ہے۔ ہمارے دوست نما دشمنوں اور منافقوں کے جو گروہ موجود ہیں وہ ان کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر انہیں کے ہاتھ سے انہیں تباہ کر دیتے ہیں۔ اور ان کی سمجھ میں کسی طرح نہیں آتا کہ ہمارے تباہ کرنے والے کون ہیں۔؟ دوست و دشمن میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سے وہ محروم ہیں۔ یہ صرف جاہلوں کا حال نہیں ہے بلکہ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اسی سادہ لوحی میں مبتلا ہے۔ اور بہت آسانی کے ساتھ بدمذہب منافقوں کے فریب کا شکار ہو کر خود اپنی تباہی و بربادی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

یہ ہے ہمارے علماء و مشائخ اور سیاسی قائدین کی داستانِ غفلت جو مختصراً پیش کی گئی ہے لیکن ناسپاسی ہو گی اگر ان علماء و مشائخ کی ستائش نہ کی جائے جو اس دورِ غفلت میں بھی "دینی ذہن" بنانے اور قوم کی غفلت کو دور کر کے منافق گروہوں کی نقاب کشائی کرنے میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اس گراں قدر عمل صالح کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ انہیں اپنی بات کی اشاعت اور اسے موثر بنانے کے ذرائع اور وسائل بھی حاصل نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ ان سے دوسرے علماء و مشائخ نے کوئی تعاون نہیں کیا بلکہ بعض نے ان کی مخالفت کی، اس لئے ان کی بات مؤثر نہ ہو سکی۔ اور پوری قوم تو کجا اسکا عشر عشیر حصہ بھی اس سے متاثر نہ ہوا۔

ــــــ یہ عرض کر دوں کہ اس مضمون کا مقصد کسی پر طعن و طنز نہیں ہے۔ اس مصیبت کے موقع پر طعن و ملامت کسی طرح مناسب بھی نہیں ہے۔ جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ الدین النصیحۃ کی تعمیل اور اسی جذبہ کا اثر ہے۔ علماء و مشائخ کی جماعت امت کی بہترین جماعت ہے۔ اخلاص و خیر خواہی کی بناء پر چند

سطریں اس جماعت کے متعلق بھی لکھنا چاہتا ہوں جس نے پاکستان بننے سے کچھ دن پہلے ہی سے "اسلامی نظام" اور "خلافت الٰہیہ" کی دعوت دینا شروع کر دی تھی۔ ان حضرات سے میں عرض کروں گا۔ کہ ۲۵ سال کی مدت میں ان کی منزلِ مقصود کچھ قریب ہوئی ہے یا اور دور ہو گئی ہے؟ اگر وہ چشمِ انصاف سے دیکھیں تو نظر آئیگا کہ منزل روز بروز دور ہوتی جارہی ہے۔ یہ حقیقت ان کی نگاہ سے اوجھل ہو گئی کہ اسلامی نظام کا تصور صرف "دینی ذہن" کر سکتا ہے۔ دنیاوی ذہن یہ الفاظ تو دہرا سکتا ہے مگر اس کے صحیح مفہوم کو نہ پورے طور پر سمجھ سکتا ہے نہ اسے عملی شکل دینے کے لئے آمادہ ہو سکتا ہے۔ انہیں پہلے قوم کے ذہن کو دینی بنانا چاہیئے تھا۔ اس کے بعد اسلامی نظام کے قیام میں کوئی دشواری نہ پیش آتی۔ موٹی سی بات ہے کہ جو ذہن اجتماعی مسائل کو دینی زاویہ نظر سے دیکھتا ہی نہ ہو وہ اسلامی نظام کو کسطرح پسند کر سکتا ہے؟ اور اس کا صحیح تصور کیسے کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نعرے کا یہ اثر تو نہ ہوا کہ قوم اجتماعی و سیاسی مسائل کو دینی زاویئے سے دیکھنے لگتی البتہ اس کے برعکس کثیر تعداد اس بیماری میں مبتلا ہو گئی کہ وہ دین کو سیاسی زاویئے سے دیکھنے لگی۔

______ نعرہ لگانے والوں کا اجتماعی دین بھی دنیاوی ہی رہا۔ اس زاویہ معکوس نے اس ہی جگہ پاکر اور قیامت ڈھائی اور وہ شدید غلطیوں کا شکار ہو گئے۔ ان میں قابلِ ذکر وہ غلطی ہے، جو اس زاویۂ معکوس کے ساتھ تاریخ کے سطحی مطالعے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جس نے ان کی دعوت میں تضاد پیدا کر کے اسے خودکشی پر مجبور کر دیا۔ میرا اشارہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تنقید اور ان کی تنقیص کی طرف سے جو اس جماعت کی طرف سے ہوتی رہتی ہے۔ جس سے اس کا یہ مزعومہ نظریہ پیدا ہوا کہ اسلامی نظام ۱۳ اسو برس کی مدت میں صرف تیس سال قائم رہا۔ اس نظریہ اور اسلامی نظام کی دعوت میں کھلا ہوا تضاد ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو نظام بانی نظام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی قائم نہ رکھ سکے۔ اور جو صرف تیس سال قائم رہ کر ناپید ہو گیا۔ وہ نظری طور پر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو مگر اسے عملاً ممکن کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اور جب اس کا قیام عملاً ممکن نہیں ہے تو اس کے لئے جدوجہد کرنا ہر عاقل کے نزدیک فضول اور اضاعت وقت، دقت ہے۔ صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے کے بعد اس اعتراض کا کوئی جواب ممکن نہیں ہے ___ عرض کر چکا ہوں کہ طعن و طنز مقصود نہیں ہے۔ بلکہ دعوت فکر و عمل پیش نظر ہے۔ ان حضرات سے میری گذارش ہے کہ اس مسئلہ پر غور کریں۔ اور اگر بات سمجھ میں آجائے تو اپنے پچھلے طرزِ عمل پر نظر ثانی کر کے غلطیوں کی تلافی کی کوشش کریں۔

اب کیا کرنا چاہیئے | وقت بہت گزر چکا ہے۔ اور ہماری غفلت نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے۔ تاہم ہمت نہ ہارنا چاہیئے۔ اگر ہم اخلاص و للہیت اور اعلاء کلمۃ اللہ کی نیت کے ساتھ غفلت سے باز

آجائیں اور اصلاح حال کی پوری کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ امید ہے کہ وہ ہماری نصرت فرمائیں گے۔ اور ہم مزید سزا سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے انعام سے بھی سرفراز ہوں گے۔ اس کے لئے اصولی طور پر جو لائحہ عمل سمجھ میں آتا ہے وہ درج ذیل ہے۔ اس کے مطابق عمل ہو جائے تو انشاء اللہ ہم بہت کامیاب ہوں گے اور غیبی امداد ہوا کا رُخ یکسر بدل دے گی۔

۱۔ حضرات علماء و مشائخ خصوصاً اور ان کی نگرانی میں عام دیندار مسلمان عموماً اہل سنت میں دینداری کی ترویج میں اپنی امکانی استطاعت وقوت صرف کردیں اور اس کوشش میں مسلسل لگے رہیں۔ سب سے زیادہ توجہ نماز کی پابندی اور گناہوں خصوصاً فواحش سے باز آنے پر دیں۔

۲۔ بریلویت، دیوبندیت، مقلدیت و غیر مقلدیت کے اختلافات کو کم از کم کچھ مدت کے لئے بالائے طاق رکھ دیں اور ہر مکتب فکر کے علماء و مشائخ اہلسنت ہر قسم کے ملکی و سیاسی اختلافات کو فراموش کر کے متحد ہو جائیں اور قوم کے ذہن کو دینی بنانے کی جدوجہد میں ایک دوسرے کے دوش بدوش ہو کر کام کریں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ علماء کے درمیان ملکی و سیاسی اختلافات نے جو حدود کو پار کر لیا ہے۔ اس کا ایک اثر یہ ہے کہ عوام خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کے ایک معتدبہ گروہ میں علماء بیزاری پیدا ہو گئی ہے۔ اس بیماری کا مہلک اور خطرناک ہونا محتاج تصریح نہیں ہے۔ علماء کا فرض ہے کہ وہ اپنے اختلافات مٹا کر یا کم از کم انہیں حدود کے اندر لا کر اس جماعت کو اس بیماری سے نجات دلائیں۔

۳۔ دینی ذہن بنانے میں دو چیزوں کو سب سے زیادہ دخل ہے۔

اوّل۔ آخرت کا استحضار۔ آخرت ہی کا یقین وہ چیز ہے جس پر شیطان کے وار روکے جا سکتے ہیں۔ اور یہی مومن کو ہر حالت میں دین پر قائم رکھ سکتا ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی کا جس قدر استحضار ہو گا اسی قدر انسان دینی زاویئے سے دیکھنے کا خوگر ہو گا۔ اس لئے مسلمانوں میں آخرت کا یقین بڑھانے اور اسکا استحضار پیدا کرنے کی بھی کوشش کرنا چاہیئے۔

دوم۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ عقیدت و محبت۔ کیونکہ وہی ہمارے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ کبریٰ ہیں اور کتاب و سنت کا عملی نمونہ ہیں ان کے اوپر بھی ایسے احوال گذرے جو ہم پر گذرتے ہیں۔ مگر باوجودیکہ وہ معصوم نہ تھے، کسی حالت میں بھی انہوں نے حدود شرعیہ کو پار نہیں کیا۔ اور ہر مسئلہ کو صرف "دینی ذہن" سے سوچا۔ اور دین ہی کی رہنمائی میں ہر مشکل کا حل نکالا ان سے عقیدت و محبت مومن میں "دینی ذہن" پیدا کرنے کی ضامن ہے۔ ان کے ساتھ عقلی و جذباتی تعلق ہمارے اندر "نسبت" کی حمیت پیدا کر سکتا ہے۔ جو بعض اوقات چند لمحات میں دینی ذہن کی تعمیر کر دیتی ہے۔ اور جس کا فقدان ہماری تباہی و بربادی کا ایک

بنیادی سبب ہے۔ ہمیں پوری کوشش کرنا چاہئے۔ کہ ہمارے سنی بھائیوں کو صحابہ کرامؓ سے وہی عقیدت و محبت حاصل ہو جائے جس کے یہ نفوس قدسیہ مستحق ہیں۔

۴۔ علماء و مشائخ اور ان کے مشورے سے دینی شعور رکھنے والے مسلمان خصوصاً اونچے درجہ کے جدید تعلیم یافتہ دیندار حضرات عوام سے دینی ربط جلد از جلد اور بقدر امکان زیادہ سے زیادہ پیدا کریں۔ یہ ربط عام مسلمانوں کے ہر طبقہ کے ساتھ قائم کیا جائے تعلیم یافتہ طبقہ سے بھی اور جاہل عوام سے بھی۔ طلبہ، مزدوروں، کاشتکاروں، زمینداروں، ملازمین حکومت، امراء، روساء، تجار وغیرہ کسی طبقہ اور گروہ کو فراموش نہ کیا جائے سب سے خالصۃً لوجہ اللہ ربط پیدا کر کے ان کے ذہن کو دینی بنانے اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنے کی سعی بلیغ کی جائے۔ جب قوم کا اجتماعی ذہن دینی ہو جاتا ہے تو ایک دینی فضا بن جاتی ہے۔ جس کا اثر انفرادی زندگی پر بھی پڑتا ہے۔ اور افراد بھی بقدر صلاحیت دینی ترقی کرتے ہیں۔ صالحین کی تعداد بڑھتی ہے۔ گنہگار بھی گناہ کو گناہ سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اس پر نادم بھی ہوتے ہیں۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ ہمارے ملک کے اکثر و بیشتر باشندے علم سے محروم ہیں۔ پاکستان میں تعلیم کا تناسب غالباً ۵ فیصد بھی نہیں ہے۔ اس لئے محض مضامین لکھنا اور قلمی خدمت کرنا کسی طرح کافی نہ ہوگا بلکہ وعظ و تقریر، جلسے، چھوٹی مجلسیں، شخصی ملاقاتیں وغیرہ جملہ ذرائع استعمال کرنا لازم ہیں۔ مساجد میں تقریریں بھی کافی نہیں ہیں۔ شدید ضرورت ان لوگوں تک پہنچنے کی ہے۔ جو مساجد کا رخ ہی نہیں کرتے۔ ان کے گھروں اور مجلسوں تک ہمیں پہنچنا چاہئے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے۔ کہ صرف شہروں تک کام کو محدود کر دینا مناسب نہیں ہے بلکہ دیہاتوں میں بھی پہنچنا اور وہاں کی آبادی کے ساتھ ربط پیدا کرنا بھی بہت اہم اور ضروری ہے۔

۵۔ ان سب چیزوں کے ساتھ نہایت الحاح و زاری کے ساتھ بارگاہ ارحم الراحمین میں پاکستان اور ملت اہلسنت والجماعۃ کی سلامتی و حفاظت اور غلبہ کے لئے دعا کا التزام ہونا چاہئے۔ ختم آیہ کریمہ یا ختم خواجگان اور اس قسم کے دیگر اذکار و ادعیہ کا سلسلہ جاری کرنا انشاء اللہ بہت مفید و نافع ہوگا۔ "یا سلام" کا ورد بھی مفید ہے۔ بہر کیف الحاح کے ساتھ دعا لازم ہے۔

—— حالات دیکھتے ہوئے ایک فیصد بھی اس کی توقع کرنا مشکل ہے کہ حضرات علماء و مشائخ میری اس عرضداشت کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ عمل کرنا تو بڑی چیز ہے۔ مجھے تو اس کی توقع بھی بہت کم حضرات سے ہے کہ وہ اس مضمون کو غور سے پڑھیں گے۔ تاہم میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ ......